تفسیر امام ابو منصور ماتریدی

امام‌الهدیٰ ابو منصور محمد بن محمد بن محمود حنفی ماتریدی سمرقندی (المتوفی ۳۳۳ / ۹۴۴) اهل السنة والجماعة کے سرخیل اور علم‌عقائد میں امام ابوالحسن اشعری (المتوفی سن ۹۴۱ / ۳۳۰) کے شریک کار اور متکلمین احناف کے پیش رو اور امام سمجھے جاتے ہیں۔ ایران و ممالک عربیہ میں جو حیثیت امام ابو الحسن اشعری کو حاصل تھی ، ماوراءالنہر اور پورب کے ممالک میں وہی حیثیت امام ماتریدی کو حاصل تھی . اورعقائد میں دوسرے فرق اسلامیہ کے مقابلے میں جمہور اہل اسلام انہی دونوں اماموں کے قرآن و احادیث سے استنباط کئے ہوئے عقائد کے حامل ہیں۔ جس طرح عبادات کے ادا کرنے کے ظاہری طریقوں میں کچھ جزئیات کی وجہ سے لوگ چار مذاہب ، حنفی ، شافعی ، مالکی اور حنبلی کے مطابق عمل پیرا ہیں ، اسی طرح خدا کی ذات اور صفات ، انسانی اعمال ، نبوت و امامت وغیرہ جیسے مسائل کی جزئیات میں مختلف عقیدہ رکھنے کے لحاظ سے لوگ مختلف فرقوں میں بٹ گئے۔ معتزلہ نے صفات خداوندی کا انکار کیا اور ساری صفات کو کرشمۂ ذات سمجھا ۔ شیعوں نے امامت کو نبوت کے بعد لازوال حیثیت دیدی ۔ غرض مختلف نظریوں اور عقائد میں لوگ افراط و تفریط اور غلو کے مرتکب ہوئے اور شیعہ ، خوارج ، جمہور اہل سنت ، معتزلہ ، جہمیہ ، مجسمہ اور مرجئہ وغیرہ فرقوں میں بٹ گئے ۔ ہر فرقہ اپنے دلائل قرآن پاک اور احادیث نبوی سے اخذ کرنے میں کوشاں رہا ،

جادۂ مستقیم پر چلنے کے لیے قرآن و سنت کی تعلیمات پر عمل کرنا ضروری تھا ، اور ان کی تعلیمات کو سمجھنے کے لیے کتاب اللہ کو سمجھنا سب پر مقدم سمجھا گیا ، شروع اسلام میں قرآن حکیم کے معانی صحابۂ کرام کی روایتوں تک محدود رہے ، غیر عرب جب دائرۂ اسلام میں داخل ہوئے تو نحویوں نے لغت اور زبان کے قواعد کے مطابق قرآن کے معانی کی تشریح کی ۔ اور دوسری تیسری صدی ھجری میں ہر بڑا نحوی معانی القرآن کی تالیف و تدوین میں منہمک نظر آتا ہے ۔ فراء اور زجاج کے معانی القرآن ہمارے ہاتھوں میں ہیں ، لغت و روایت پر مبنی حضرت ابن عباس اور دوسرے صحابہ کی روایتیں آج تک محفوظ ہیں ، تفسیر ابن عباس ، تفسیر مجاہد ، تفسیر ثوری وغیرہ شواہد موجود ہیں ، اور یہ کہنا صداقت سے بعید نہیں معلوم ہوتا کہ تاریخ اسلام کی اولین دو صدیوں کی تفسیری روایات وتحریرات کا معتدبہ حصہ امام ابو جعفر طبری (المتوفی سن ۳۱۰/۹۲۳) کی تفسیر جامع البیان فی تفسیر القرآن میں محفوظ ہے ، اور اگرچہ بعد کے مفسرین نے اس مشہور زمانہ تفسیری دائرۂ معارف سے بڑی حد تک خوشہ چینی کی ہے ، مگر بہت سی تفسیروں کی امتیازی خصوصیات نے ان کو بقاء دوام بخشا ، ابوالقاسم جاراللہ محمود بن عمر زمخشری (المتوفی سن ۵۳۸ / ۱۱۴۴) کی الکشاف عن حقائق التنزیل ، قاضی عبداللہ بن عمر بیضاوی (المتوفی سن ۶۸۵ /۱۲۸۶) کی أنوار التنزیل واسرار التاویل اور تفسیر ابن کثیر وغیرہ کو جو مقبولیت حاصل ہوئی وہ محتاج بیان نہیں ،

طبری کے معاصر امام ماتریدی کی شہرت علم کلام کی تاریخ میں اگرچہ محتاج بیان نہیں ۔ لیکن ان کے قلمی کارنامے آج تک ناپید رہے ، ان کی معرکۃ الاراء تفسیر جس کا نام تاویلات اهل السنۃ ہے ، ابتک لوگوں کی دسترس سے باہر ہے ۔ کتاب التوحید ، کتاب المقالات ، کتاب رد اوائل الادلہ للکعبی اور کتاب بیان وھم المعتزلہ انکی دوسری تالیفات ہیں ، جنکا ذکر صرف فہارس کتب میں ملتا ہے ،

سنه۱۹۶۵ء میں ادارۂ تحقیقات اسلامی کے لئے جامعۃ الدول العربیہ ، قاهره سے تقریباً پونے دو صد نوادرات کا انتخاب عمل میں آیا ، ان میں تاویلات اهل السنہ کا مخطوطہ بھی شامل تھا۔ یہ فلم اگرچہ دارالکتب المصریہ کے مصورہ نسخے کا ہے، مگر یہ نسخہ درحقیقت استامبول کے نہایت عتیق نسخے کی تصویر ہے۔ همارے علم میں اسکے دو اور نسخے هیں ، ایک استامبول میں اور دوسرا بانکی پور ، انڈیا ، کے قومی کتبخانے میں ۔ اس کتاب کی تحقیق و تعلیق کا خیال برابر پیش نظر رہا، مگر کسی دوسرے مخطوطے کی تصویر حاصل کئے بغیر اس کی تصحیح و تحقیق دشوار نظر آئی ،

کتاب کی افادیت کے پیش نظر آخر یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ عربی نص کے ساتھ اردو ترجمہ بھی فکرونظر کے قارئین کے لئے بالاقساط شایع کیا جائے ۔ ابھی سورۂ فاتحہ کی تفسیر کا اردو ترجمہ پورا بھی نہ ہو پایا تھا کہ خبر ملی اس تفسیر کی پہلی جلد کو المجلس الاعلی للشئون الاسلامیہ قاهره نے شایع کردیا ہے۔ اور بقیہ جلدیں زیر طبع هیں ۔ الحمدللہ کہ یہ تفسیر اب جلد ھی یہاں کے علماء کو بھی دستیاب ہو جائیگی۔

امام ابومنصور ماتریدی

امام ماتریدی کی نسبت سمر قند کے محلہ ماترید کی طرف ہے ، جسکی اصل ماتریت کی تے حرف دال سے بدلی ہوئی ہے۔ فقہ کی تحصیل امام محمد شیبانی رح کے شاگرد ابو سلیمان جوزجانی کے شاگرد ابوبکر احمد جوزجانی سے کی۔ اسوقت علم کلام علم فقہ کا جز سمجھا جاتا تھا ، چنانچہ امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی کتاب الفقہ الاکبر علم کلام کے مسائل پر مشتمل ہونے کے باوجود ''فقہ اکبر'' کہلائی ۔

انکی علمی شہرت ایسی ہوئی کہ حکیم قاضی اسحاق بن محمد سمرقندی ، علی رستغفنی اور ابو محمد عبدالکریم بن موسی بزدوی جیسے یگانۂ روزگار علماء نے فقہ میں ان سے استفادہ کیا ،

ان کا ذکر مختصر طور پر حسب ذیل کتابوں میں ملتا ہے:

(۱) الفوائد البہیه ص ۱۹۵ - مفتاح السعادة ج ۲ ص ۲۱ ، الجواہر المضیئه ج ۲ ص ۱۳۰ ، فہرس المؤلفین ص ۲۶۴ ، کشف الظنون ص ۳۳۵ ، اور بروکلمن ج ۱ ص ۲۰۹ (۱۹۵) ضمیمه ج ۱ ص ۳۳۶ ،

یه حقیقت ہے که امام ابو حنیفه رح کے رسائل جنھیں انہوں نے وقتاً فوقتاً اپنے تلامذه کو املا کرایا مثلاً الفقه الاکبر ، الرساله ، الفقه الابسط اور کتاب العالم والوصیه ان کی روایت بیسیوں علماء نےکی اور ان روایتوں کے مطابق لوگوں نے اپنے اپنے معتقدات کو درست کیا۔ امام ابو منصور ماتریدی نے اپنی سند سے ان رسائل کی روایت کی ہے ، اور اهل سنت کے اعتقادات کی شرح میں ان سے کام لیا ہے۔ اگرچه بعض معتزله نے امام صاحب کی طرف ان رسائل کی نسبت سے انکار کیا ہے ، مگر کبارعلماء کی اجماعی تصدیق معتزله کے خلاف ثابت ہے ، اور بالاتفاق ان کی نسبت کی صحت پر مہر تصدیق ثبت ہے۔ غرض خلیفهٔ مامون الرشید کے عہد کی جابرانه کاوشوں سے اهل اعتزال کا دامن پاک نہیں کیا جاسکتا ۔ یه حقیقت ہے که اهل اعتزال نے اپنے معتقدات کے قبول کرنے پر لوگوں کو مجبورکرنے کی بے جا کوشش کی۔ ان کے مظالم اور جبر و تشدد کا جواب اهل السنه والجماعه نے جس طرح دیا وه بھی تاریخی حقیقت ہے ۔ علمی اور تنقیدی جوابات کتب کلامیه میں بالتفصیل درج ہیں ، البته انیسویں صدی میں جب معتزله کی تاریخ لکھی جانے لگی تو غیر مسلم مستشرقین نے معتزله کی دانش پسندی کا حد سے زیاده چرچا کیا ، اور انکی مظلومیت کی شہادتیں نمایاں طور پر پیش کرنے لگے ، اور اس بات پر تاسف کا برابر اظہار کیا جاتا رہا که معتزله کی کتابیں ساری برباد کردیگئیں ، اور اب انکی آراء جو کچھ محفوظ ہیں وه اکثر و بیشتر اشاعره اور اهل السنه والجماعه کی تالیفات میں مدفون ہیں، صرف لے دے کر کتاب الانتصار اور طبقات المعتزله دست برد زمانه سے بچ گئی ہیں۔

بہر حال بیسویں صدی میں قاضی عبدالجبار معتزلی کی أمالی ، فتاوی ، نیز احادیث کی شرحین طبع ہوکر اہل علم کے ہاتھوں میں پہنچ چکی ہیں ۔ کچھ مخطوطات کی شکل میں دریافت ہو چکی ہیں ۔ یہ کتابیں علامۂ زمخشری کی مشہور تفسیر الکشاف کے علاہ ہیں، جس میں علامہ نے جابجا حسب موقعہ اپنے معتقدات کی تشریح کی ہے ، جیسا کہ قبل اشارہ کیا جاچکا ہے ، یہاں یہ نکتہ ذہن نشین رہے کہ چونکہ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے رسالہ الفقہ الاکبر میں قدریہ (جو بعد میں معتزلہ کہلائے) کا رد لکھا ، اسلئے امام صاحب کیطرف اس کتاب کی نسبت کو مشتبہ قرار دینے کی ہر طرح کوشش کی گئی ، لیکن اہل حق علماء نے اس بات کی تصریح کردی کہ یہ کتاب خود امام صاحب کی اسلا کی ہوئی ہے ، اصول الدین (ص۳۰۸) میں امام عبدالقاہر بغدادی شافعی لکھتے ہیں :

” و اول متکلمیھم من الفقہاء و ارباب المذاھب ابو حنیفۃ والشافعی ، فان اباحنیفۃ لہ کتاب فی الرد علی القدریۃ ، سماہ ” الفقہ الاکبر “ ولہ رسالۃ املاھا فی نصرۃ قول اھل السنۃ : ان الاستطاعۃ مع الفعل “ الخ ۔ ” فقہاء اور ارباب مذاہب کے متکلمین میں سب کے پیشرو ابو حنیفۃ اور شافعی ہیں ، قدریہ کے رد میں ابو حنیفہ کی ایک کتاب ہے جسکا نام ’ الفقہ الاکبر ‘ ہے ، انکا ایک اور رسالہ ہے جس کو اہل سنن کے قول کی تائید میں اسلا کیا ، کہ استطاعت فعل کے ساتھ پائی جاتی ہے “ الخ ،

اسی طرح امام ابو المظفر اسفرائینی شافعی اپنی کتاب التبصیر (ص۱۱۳) میں امام صاحب کے سارے رسائل کا بالتفصیل ذکر کرتے ہیں ،

امام ابو منصور ماتریدی جو امام الھدیٰ کے لقب سے مشہور ہیں امام ابو حنیفہ اور انکے اصحاب کے عقاید کی تفصیل بڑی وضاحت کے ساتھ عقل و نقل کی روشنی میں بیان کرتے ہیں ، انہوں نے کسی نئے عقیدے کی ایجاد نہیں کی

اور انہی عقاید کا تجزیہ اور تثبیت کی جنکو امام ابو جعفر طحاوی نے اپنے رسالۂ عقیدہ میں بیان کیا ہے، اس رسالے کے نام سے اس کا مضمون واضح ہے، "بیان عقیدۃ فقہاء الملۃ: ابی حنیفہ و ابی یوسف و محمد بن الحسن، رحمہم اللہ"۔ اس رسالے میں حضور مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کے بیان کردہ مسائل، صحابۂ کرام اور تابعین کے مسلک وغیرہ بیان کئے گئے ہیں جو اہل سنت کے عقائد سمجھے جاتے ہیں، معتزلہ کے خلاف امام ابو الحسن اشعری نے اہل سنت کے عقاید کو بالتفصیل بیان کیا، جنکی اشاعت زیادہ تر ایران و ممالک عربیہ میں ہوئی، اور ماوراء النہر میں امام ابو منصور ماتریدی کی تشریحات عام طور پر مقبول ہوئیں۔

امام اشعری اور امام ماتریدی کے عقاید اصول میں متفق ہیں، صرف پچاس جزوی مسائل میں بظاہر معنوی اختلاف معلوم ہوتا ہے، اور یہ اختلاف اسقدر خفیف ہے کہ کسی فساد کا شائبہ نہیں، اور یہ دونوں کے یہاں موجب فساد نہیں سمجھے جاتے ہیں، ان مسائل کا تفصیلی جائزہ علامہ کمال الدین احمد البیاضی الحنفی (گیارھویں صدی ہجری کے ایک مشہور عالم) کی اشارات المرام من عبارات الامام (تحقیق یوسف عبدالرزاق، مطبعہ مصطفی البابی الحلبی مصر) اور علامہ الحسن بن عبدالمحسن المشہور بابی عذبہ کے رسالہ الروضہ البھیہ فیمابین الاشاعرہ والماتریدیہ (مطبعہ مجلس دائرۃ المعارف النظامیہ حیدرآباد۔ دکن ۱۳۲۲ھ) میں موجود ہے۔ اور یہ دونوں کتابیں عام طور پر دستیاب ہیں، اسلئے صرف ایک مثال کی وضاحت پر اکتفا کیا جاتا ہے: ایمان کے اظہار میں استثناء استعمال کیا جائے یا نہیں، اس باب میں لوگوں کی رائیں مختلف تھیں اہل حدیث اور امام ابوالحسن اشعری کی رائے میں استثناء استعمال کیا جائے، اور ایمان دار کو کہنا چاہیئے: انا مؤمن ان شاء اللہ (ان شاء اللہ میں مؤمن ہوں)۔ امام ابو حنیفہ اور جمہور اہل سنت کے یہاں استثناء کے ذکر کی ضرورت نہیں، ایک مؤمن کہہ سکتا ہے: انا مؤمن حقاً (میں حقاً اور یقیناً مؤمن ہوں)۔ تائید میں اللہ

تعالیٰ کا قول : اولئك هم المؤمنون حقا ، (وہ لوگ حقاً ایمان دار ہیں) ہے ، اسی طرح حضرت حارثہ والی حدیث ہے جس میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے حارثہ سے پوچھا ، کیف اصبحت ، (تم نے صبح کسطرح کی). انہوں نے جواب دیا : اصبحت مومنا حقا (میں نے صبح کی حقاً مومن کی حیثیت سے). حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جواب کو نا پسند نہیں کیا ۔ اهل حدیث اور اشاعرہ کے خیال میں کسی شخص کا ' حقا ، کہنا در حقیقت غیب پر حکم لگانا ہے جو اللہ کے سوا کسی دوسرے کے لئے سزاوار نہیں ، کیونکہ کسی کو معلوم نہیں کہ عنداللہ ایمان کا دعویدار واقع میں مومن ہے ، یہ ممکن ہے کہ کوئی شخص 'انامومن حقا، کہے اور اللہ تعالیٰ کے علم میں کفر کی حالت میں مرے ، اسلئے اللہ کے علم کے خلاف دعویٰ کرنا درست نہیں ، پس إن شاءاللہ کی قید ان کے نزدیک مستحسن ہے ،

تاویلات اهل السنۃ

امام الهدیٰ ابو منصور ماتریدی کی تفسیر میں آیات قرآنی اور آثار نبوی کی روشنی میں فقہی مسائل پر سیر حاصل بحث کی گئی ہے ، اور الفاظ عربیہ نیز لغوی اصطلاحات کے معانی کی تعیین خود قرآن حکیم کے الفاظ اور عربوں کے استعمال کے مطابق عمل میں آئی ہے ، فقہی مسائل میں وہ مسائل بھی آجاتے ہیں جنکا تعلق عقیدہ سے سمجھا جاتا ہے ۔ در حقیقت فرائض واجبات وسنن کی ادائیگی کا دار و مدار ایمان و عقیدے کی درستگی نیز پختگی پر ہے ، اسی وجہ سے امام ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ نے مسائل اعتقادیہ کو ' فقہ اکبر ، کہا ہے ۔ اس تفسیر سے پیشتر ایسی کوئی تفسیر نہیں ملتی جس میں خاص طور پر احکام شرعیہ کے اسباب و علل کا جایزہ فقیہانہ اور حکیمانہ انداز میں لیا گیا ہو ، سورۂ فاتحہ کی تفسیر قارئین کے سامنے ہے ۔ تفسیر طبری میں ان سارے آثار و روایات کو بیان کردیا گیا ہے جو اس سورہ کے الفاظ سے تعلق رکھتے ہیں ۔ اور مختلف اسناد کے ساتھ مجامیع حدیث میں موجود ہیں ۔ آخر میں اس سورہ کی آیات کی خدائی تقسیم والی حدیث بیان کی گئی ہے ، اس حدیث کا ذکر امام ماتریدی

نے کئی بار کہا ہے ، اور بھی ایک مضمون ہے جو دونوں کی تفسیروں میں مشترک ہے ،

امام ماتریدی نے اخفاء بسم اللہ کی وجہ حکیمانہ طور پر آثار نبوی کی روشنی میں بیان کی ہے ، ساتھ ھی حمد باری تعالیٰ کے ساتھ کتاب الہی کے آغاز کی وجہ بھی بیان کی ہے ، یہ مضامین ایسے ھیں جو نہ تفسیر طبری میں ھیں اور نہ تفسیر کشاف میں ، یہ واقعہ ہے زمخشری نے اشتقاق لغت ، اعراب اور اعجاز القرآن بیان کرنے میں جو محنت کی ہے وہ دوسری تفسیروں میں نہیں ۔ ساتھ ھی مختصر طور پر فقہی مذاھب بھی بیان کرتے گئے ھیں اور انہی خصوصیات کی بنا پر انکی تفسیر زندہ جاوید ہے ۔ امام ماتریدی نے اشتقاق الفاظ اور لغوی اصطلاحات کے ساتھ زیادہ توجہ فقہی مسائل کی توضیح میں صرف کی ہے اور خاص طور پر حنفی مسلک کی ترجیح کے عقلی و نقلی دلائل پیش کئے ھیں، اور یہ خصوصیت اتنی نمایاں طور پر کسی دوسری تفسیر میں نہیں ملتی ۔

تفسیر کے نسخے

پہلے بیان کیا جاچکا ہے کہ اس تفسیر کے چند نسخے استامبول اور بانکی پور انڈیا ، کی لائبریریوں میں موجود ھیں ، سورۂ فاتحہ کی تفسیر اس نسخے کی تصویر پر مبنی ہے جو کتبخانہ کوپریلی میں رقم ۴۷ کے تحت استامبول میں محفوظ ہے اور ساتویں صدی کا لکھا ھوا ہے ،

مکتبۂ حمیدیہ (رقم ۳۰) اور مکتبۂ آغا بشیر (رقم ۹) ، استانہ (استامبول) کے علاوہ حسب ذیل کتبخانوں میں بھی اسکے نسخے ملتے ھیں :

(۱) نیشنل لائبریری ، بانکی پور ، رقم ۲۹٤ ، ساتویں صدی کا لکھا ھوا نسخہ ہے ،

(۲) مکتبۂ محمودیہ (تذکرۃ النوادر ص ۱۷) ۔

(۳) مکتبۂ الحرم المکی ، (ایضاً) ،

* * * *

آج اکثر یہ سوال کیا جاتا ہے : کیا وجہ ہے کہ مسلمانوں کی اتنی کثیر تعداد ہونے کے باوجود اقوام عالم میں انکی حیثیت ایک نہایت پس ماندہ قوم کی ہے ؟ اور یہ قوم کسی طرح بھی کسی میدان میں نمایاں نہیں ، اسلامی حکومتیں بھی ھیں ، مختلف اسلامی ممالک میں پٹرول اور دوسرے معدنیات کی فراوانی بھی ہے ، بحراطلانتک سے لیکر بحرالکاھل میں انڈونیشیا اور فلپائن کے جزائر تک مسلمانوں کی آبادیاں اور حکومتیں ھیں ، با وجود ان حقایق کے مسلمان حکومتیں ھر طرح مغربی یا اشتراکی اقوام کے زیر بار احسان ھیں ،

جو اب میں نہایت افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ کم و بیش اسلام کے نام لیواء الاماشاء اللہ، آج برائے نام اسلام سے نسبت رکھتے ھیں، قرآن حکیم کی تعلیمات کو یہ بھلا چکے ھیں ، اور آج مغربی ثقافت کا بھوت ان کے سر پر اسقدر سوار ہے کہ عموماً اسلامی تعلیمات اور اسلامی احکام کو ناقابل عمل اور فرسودہ سمجھتے ھیں ، جسکا نتیجہ ہے کہ ھر طبقے کا مسلمان ، چاہے وہ حکمران اور مالدار ھو ، یا محکوم و نادار ، پرانی تہذیب کا گرویدہ ھو یا نئی تہذیب کا خوگر ، مدارس کا سندیافتہ ھو یا جامعات کا تعلیمیافتہ ، شہری ھو یا دیہاتی. سب کے سب کم و بیش مغربی اقدار کے حامل ، اور اسلامی احکام سے غافل ھیں ان میں حلال و حرام کی تمیز باقی رھی ہے نہ حق و ناحق کی تفریق ، اور جب یہ بنیادی باتیں نہ ھوں تو تبلیغ ، اسلامی تعلیم ، اور ظاھری عبادات بیکار ھو کر رھگئی ھیں ، اصل روح جو اللہ کا خوف ہے اور جسے تقوی کہا گیا ہے نہ ھو تو پھر نام کا مسلمان نہ حرام و منہیات سے پرھیز کرسکتا ہے نہ رشوت ، چوربازاری اور دوسرے ذمائم سے احتراز کرسکتا ہے ، اور ایسے افراد پر مشتمل معاشرے میں نہ انصاف و عدل ھوسکتا ہے نہ نظم و نسق ، سارا شیرازہ انتشار و اضطراب کا شکار ھو جاتا ہے اور ھر طرف لوٹ کھسوٹ اور رشوت و استحصال کا بازار گرم ھوجاتا ہے ، پھر نہ اخلاق فاضلہ کا وجود ملتا ہے اور نہ ظاھری نماز روزہ ، ظاھری دینداری لوگوں کو رشوت خیانت اور دوسری برائیوں سے بچاسکتی ہے ،

آج اگر ہم میں پھر یہ احساس پیدا ہو جائے کہ اسلام نام ہے احکام خداوندی کے بجا لانے کا ، اور ان خداوندی احکام میں صرف نماز روزہ اور حج ہی نہیں ہیں، بلکہ فرائض خمسہ کے ساتھ ایثار و رواداری برتنا ، دوسروں کے حقوق کی نگہداشت ، حق تلفی ، تعصب دینی ، رشوت ، چور بازاری ، خیانت و جرائم اور ہر قسم کے استحصال سے بچنا بھی داخل ہیں ، تو نہ صرف یہ کہ ملک کی اقتصادی حالت بہتر ہو جائے اور لوگ آرام اور خوشی کی زندگی بسر کرنے لگیں، بلکہ ایسے افراد پر مشتمل جو معاشرہ وجود میں آئیگا، وہ باوجود قلیل ہونے کے سارے عالم اور اقوام عالم کا رہنما بن جائیگا ، یہی تفسیر ہے اللہ تعالیٰ کے قول 'لها ما کسبت، وعليها ما اکتسبت کی، ہر نفس کو اس کے اچھے اعمال کا نیک بدلہ ملیگا اور ہر نفس کو اسکے برے اعمال کا برا خمیازہ بھگتنا پڑیگا ،

سورۂ فاتحہ کی تفسیر ، امام الہدی ابو منصور ماتریدی کی تاویلات اہل السنہ سے ماخوذ قارئین کرام کے لئے اردو ترجمہ کے ساتھ پیش کی جاتی ہے ، اس امید کے ساتھ کہ اللہ جل شانہ، اپنے کلام کی برکت سے امت مسلمہ کو پھر توفیق دے کہ کتاب الہی کے احکام کو اپنا لائحۂ عمل بنائیں ، اور اسلام کے ان قوانین پر عمل کرنے لگیں جنکو پیغمبر اسلام حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے چودہ صدی پیشتر دنیا کے سامنے پیش کیا اور جن کو عمل میں لا کر عرب کے گڈریے مسند حکومت کے مالک اور اقوام عالم کے سلطان بن گئے ، وباللہ التوفیق ، واللہ اعلم و ھو خیر رفیق ،

کمترین

محمد صغیر حسن معصومی

ڈائرکٹر

ادارۂ تحقیقات اسلامی،

اسلام آباد

اگست ۱۹۷۱ ع

جمادی الثانی ۱۳۹۱ ھ

بسم الله الرحمن الرحيم

تاویلات اهل السنہ

یا

تفسیر ابی منصور ما تریدی

(تصویر نسخہ کوپریلی رقم ۴۷ ،
الصفحۃ ۱)

سورۃ فاتحۃ الکتاب

قوله عزوجل الحمد لله احتمل ان يكون جل ثناؤه حمد نفسه ليعلم الخلق استحقاقه الحمد بذاته فيحمدوه ، فان قيل كيف يجوز ان يحمد نفسه ، و مثله في الخلق غير محمود ، قيل له : لو جهين ، احدهما انه استحق الحمد بذاته لا بأحد ليكون في ذلك تعريف الخلق لما يزلفهم لديه بما اثنى على نفسه ليثنوا عليه ، وغيره انما يكون

سورهٔ فاتحہ کی تفسیر

اللہ عزوجل کے قول ''الحمدللہ،، کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ بزرگ و برتر نے خود اپنی تعریف اس لئے کی ہے کہ اپنی مخلوق کو یہ سکھائے کہ اللہ جل ثناؤہ اپنی ذات سے حمد کا مستحق ہے لوگوں پر لازم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی حمد میں مشغول ہو جائیں۔

اگر کسی کے دل میں یہ خیال پیدا ہو کہ اللہ تعالی کا اپنی تعریف کرنا کیونکر جائز ہے جب کہ مخلوقات میں کسی کا اپنی تعریف کرنا پسندیدہ نہیں سمجھا جاتا۔

جواب میں دو وجہیں بیان کی جاتی ہیں: پہلی وجہ یہ ہے کہ اللہ تعالی کسی کے توسط کے بغیر بذاتہ حمد کا مستحق ہے اپنی

ذلك له به جل وعز فعليه توجيه
الحمد اليه لا الى نفسه ، اذ نفسه
لايستوجبه بهابل بالله تعالى.

و الثانى ان الله تعالى حقيق
لذلك اذ لاعيب نمسه ولا آفة
تحل به فيدخل نقصانا فى دلك ولا
هو خاص بشئ ، والعبد لا يخلوعن
عيوب نمسه و آفات تحل به ، ويمدح
بالايتمار ويدم بتركه و فى دلك
يمكن النقصان و حق لمثله الفزع
الى الله والمصرع اليه ليتعمده
برحمته و يتجاوز عن صنيعه . وعلى
دلك معنى التكبير نحمد به ربنا
ولا نحمد غيره ، اذ ليس للعبد بمعنى
يستقيم بكبره اذهم جميعا اكفاء
من طريق المحبة والخلقى وما

حمد کے بیان کرنے میں اللہ تعالی اپنے پیدا
کردہ لوگوں کو ایسے نکتے سے متعارف کرتا
ہے جو انہیں اپنے پروردگار سے قریب کر دے
اسطرح کہ اس نے اپنی ثنا کی تاکہ ساری
خلقت اس کی ثنا کرے ، اور باری تعالی کے
سوا دوسرے کی تعریف اللہ عزوجل ھی کے
واسطے سے ھوسکتی ہے ، تو غیر حمد کا
مستوجب اپنے کو نہیں اللہ ھی کو قرار
دے سکتا ہے۔ کیونکہ وہ اسکا مستحق بذاتہ
نہیں بلکہ اللہ تعالی کی وساطت سے ہے۔

دوسری وجہ اپنی حمد کرنیکی یہ ہے کہ
اللہ تعالی حمد کا مستحق ہےکیونکہ اس میں نہ
کوئی عیب پایا جاتا ہے نہ اس پر کوئی
آفت نازل ھو سکتی ہے ، تو اس میں نہ کوئی
کمی واقع ھوسکتی ہے نہ یہ حمد کسی شئے
کے ساتھ خاص ہے۔ (اس کے برخلاف) بندہ
عیوب سے خالی نہیں اور ناگہانی آفتونکا
نزول اس پر ھونا رھتا ہے ، حکم بجا لانے پر
حمد کا مستحق ھوتا ہے اور کسی حکم
کے چھوڑنے پر ذم کا مستحق ھوتا ہے ، (نیز)
اسکی مدح میں کمی ممکن ہے ، تو ایسے
بندے کے لئے لائق ہے کہ اللہ تعالی کی
طرف خشوع و خضوع کے ساتھ متوجہ ھوجائے

ادرك أحد منهم من فضيلة او رفعة فبالله ادركه لابنفسه ، فعليه تنزيه الرب والفزع اليه بالشكر لابالتكبر على امثاله، والله عن هذا الوصف متعال.

و يحتمل ان يكون قوله الحمد لله على اضمار الامر : اى قولوا الحمد لله ، لان الحمد يضاف الى الله فلابد من ان يكون له علينا، فأمر بالحمد لذلك.

ثم يخرج ذلك على وجهين: احدهما ماروى عن ابن عباس رضي الله عنه انه قال: الحمد لله اى الشكر لله بما صنع الى خلقه فيخرج تاويل، لانه على هذا الترتيب على الامر بتوجيه الشكر اليه، وذلك يتضمن الأمر ايضا بكل الممكن من الطاعة

الله تعالی اپنی رحمت میں اسے چھپالیگا اور اسکی کارستانی سے درگزر کرے گا۔

اسی طرح تکبیر کا معنی (واضح ہو جاتا ہے) کہ ہم اپنے پروردگار کی تعریف اس کی بڑائی کے ساتھ کرتے ہیں ، دوسرے کی تعریف نہیں کرتے ۔کہ بندے کے لئے اسکی بڑائی کا مفہوم درست نہیں ، کیونکہ سب بندے محبت و خلقت کے لحاظ سے برابر ہیں۔ ان میں سے کوئی فضیلت و رفعت حاصل کرتا ہے تو اپنی طاقت سے نہیں بلکہ الله تعالی کے (فضل و کرم) سے حاصل کرتا ہے۔

لہذا بندہ پر واجب ہے کہ اپنے پروردگار کو ناشایستہ اوصاف سے منزہ اور پاک رکھے اور شکر کے ساتھ اس کے آگے جزع وفزع کرے اپنے جیسے لوگوں پر بڑائی نہ چاہے ، الله تعالی اس وصف سے بالاتر اور بے نیاز ہے ،

یہ بھی احتمال ہے کہ الله تعالی کا قول الحمد لله صیغہ امر کے اضمار کی تقدیر پر قولوا کا مفعول ہے (یعنی اے لوگو! کہو ساری تعریفیں الله ہی کو سزا وار ہیں) چونکہ حمد کا سزاوار الله ہے اسلئے ہمارا فرض ہے کہ اس کی تعریف کریں ، تو اسی لئے الله تعالی نے حمد کا امر فرمایا ۔

علی ماروی عن النبی علیه السلام انه صلی حتی تورمت قدماه، فقیل لہ ألیس قد غفراللہ لك ماتقدم من ذنبك وما تأخر، قال أفلا اکون عبدا شکورا؟ فصیر انواع الطاعات شکرا له، فمن أطاع اللہ تعالی فقد شکرله، فیخرج تاویل الایۃ علی ھذا ،

والوجه الثانی انه یخرج مخرج الثناء علی اللہ عزوجل والمدح له والوصف بما یستحقه، والتنزیه عما لا یلیق به من توجیه التعبر الیه وقطع الشرکۃ عنه فی الانعام و الافضال علی عبادہ ،

وعلی ذلك ماروی عن رسول اللہ صلی اللہ علیه وسلم ان اللہ عزوجل یقول قسمت الصلوۃ بینی وبین عبدی نصفین ، فاذا قال العبد

پھر اس کی دو طرح سے تخریج کی گئی ہے ایک وہ جو حضرت ابن عباس سے روایت کی گئی ہے انہوں نے کہا : الحمد للہ کا مطلب ہے کہ شکر اللہ ہی کو سزاوار ہے کہ اس نے اپنی مخلوق کے ساتھ (سارے احسانات) کیئے - تاویل ظاہر ہے کہ اس ترتیب کی بنا پر یہ امر لازم ہے کہ شکر کو اللہ کی طرف منسوب کریں ، یہ امر اس بات کو۔ بھی شامل ہے کہ ہر ممکن طاعت کی بجاآوری کے ساتھ (شکر ادا کریں) چنانچہ پیغمبر علیہ السلام کے متعلق روایت ہے کہ آپ اس قدر نمازیں پڑھتے کہ آپ کے پانوں متورم ہو جاتے - کسی نے آپ سے عرض کیا کہ اللہ تعالی نے آپ کے اگلے اور پچھلے سارے گناہوں کو بخشش دیا ہے پھر کیوں اتنی تکلیف اٹھاتے ہیں؟ آپ نے جواب دیا کیا میں شکرگزار بندہ نہ بنوں ؟ غرض آپ نے طاعت کی تمام اقسام کو اللہ کے شکر کا طریقہ قرار دیا تو جس نے اللہ تعالی کی اطاعت کی اس نے اللہ تعالی کا شکریہ ادا کیا ، اس طرح اس آیت کی تاویل ظاہر ہے ،

دوسری وجہ یہ ہے کہ الحمد للہ اس امر کے قائم مقام ہے کہ ساری ثناء اللہ کے لئے ہے اور ساری مدح اسی کے لئے ہے - اور

الحمد لله رب العالمين، قال الله تعالى حمدنی عبدی ، فجعل الحمد هذا الحرف وصيره منه ثناءا لوجهين:

احدهما انه نسب الربوبية الیه فی جميع العالم و قطعها عن غيره ،

والثانی انه سمی ذلك صلاة والصلاة اسم للثناء والدعاء وذلك خلاف الذم و نقيضه ، و فی الوصف بالبراءة من الذم مدح وثناء بغاية المدح و الثناء ، ولذلك يفرق القول بين المدح والشكر اذا امرنا بالشكر للناس بماجله عن رسول الله عليه السلام ان من لم يشكر الناس لم يشكر الله ، صيره بمعنى المجازاة .

والحمد بمعنى الوصف بما هو اهله، فلم يستحب الحمد الا لله ، و بالله التوفيق ،

ہر اس وصف کے ساتھ جسکا وہ مستحق ہے متصف ہے، اور ہر نا زیبا چیز سے پاک و منزہ ہے ، کسی قسم کی تبدیلی اس کے لائق نہیں اور اپنے بندوں پر انعام و اکرام کرنے میں کسی کو اپنا ساجھی اور شریک نہیں بناتا ۔

اسی طرح کی روایت حضرت پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کی گئی ہے کہ اللہ عز و جل فرماتا ہے کہ میں نے نماز کو اپنے اور بندے کے درمیان آدھا آدھا تقسیم کردیا ہے چنانچہ جب بندہ کہتا ہے الحمد للہ رب العالمین تو اللہ تعالی فرماتا ہے میرے بندے نے میری تعریف کی ۔ پس اللہ تعالی نے اس حرف کو حمد قرار دیا اور اس کو اپنے بندے کی طرف سے ثناء بنایا ، جس میں دو نکتے ہیں :

ایک نکتہ یہ کہ سارے عالم کی پرورش کرنے کی نسبت اپنی طرف کی ہے اور اپنے ماسوا سے اس کی نفی کر دی ،

دوسرا نکتہ یہ کہ اس حمد کو اللہ تعالی نے صلاۃ سے تعبیر کیا ، صلاۃ نام ہے ثناء اور دعاء کا ، جو ذم کی ضد اور نقیض ہے ، برائی سے بری گردانے کو مدح و ثنا بلکہ غایت مدح و ثنا کہا ہے، چنانچہ مدح و شکر کے لئے الگ الگ الفاظ ہیں۔ ہم لوگوں

وقوله رب العالمين روى عن ابن عباس رضي الله عنه انه قال سيد العالمين، والعالم كل من دب على وجه الارض. وقد يتوجه الرب الى الربوبية لا الى السودد، اذ يستقيم القول برب كل شئ من بنى آدم وغيره نحو رب السموات والارضين و رب العرش ونحوه، وغير مستقيم القول بسيد السموات و نحوه، و قد يتوجه اسم الرب الى المالك، إذ كل من ينسب اليه الملك يسمى انه مالكه، ولا يسمى انه سيد الا فى بنى آدم خاصة، واسم الرب يجمع ذلك كله، لذلك كان التوجيه الى (الصفحه) المالك اقرب، و ان احتمل المروى عن ابن عباس رضى الله عنه اذ هو فى الحقيقة سيد من ذكر و ربهم، والله الموفق،

کو شکر ادا کرنے کا حکم دیتے ہیں کہ پیغمبر علیہ السلام سے روایت ہے کہ جو لوگوں کا شکر ادا نہیں کرتا وہ اللہ کا شکر نہیں ادا کرتا، اللہ تعالی نے اسکو جزاء دینے کے معنی میں وضع کیا ہے، الحمد کا مفہوم اس چیز کے ساتھ متصف ہونا ہے جسکا وہ مستحق ہے، توحمد اللہ تعالی ہی کے لئے سزاوار اور مستحسن ہے، وباللہ التوفیق،

اللہ تعالی کے قول رب العالمین، کے معنی کی وضاحت کے متعلق حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ انہوں نے کہا، اسکا مفہوم سید العالمین، (سارے جہان کا سردار) ہے اور عالم ہر اس شخص کو کہتے ہیں جو روئے زمین پر رینگتا ہے،

رب، پروردگار، کی توجیہ ربوبیت سے کی جاتی ہے، سرداری سے نہیں، کیونکہ بنی آدم اور غیر بنی آدم میں سے ہر شی کے رب کیلئے یہ قول درست ہے، مثلاً آسمانوں اور زمینوں کا رب، عرش کا رب، وغیرہ، اور سید السموات وغیرہ کہنا صحیح نہیں،

اسم رب کی توجیہ مالک سے بھی کی جاتی ہے، کیونکہ جسکی طرف ملک کی نسبت کی جاتی ہے اس کو مالک کہتے ہیں، اور سید [illegible]

(مسلسل)